حضرت
بی بی پاکدامناں
لاہور
کون ہیں اور کہاں سے آئیں؟

حفیظ اللہ منظر

پبلشرز
ابو المنیر سیّد محمد ریاض حسین شاہ
گلی نمبر 11، محمد نگر، لاہور

حضرت بی بی پاکدامناں لاہور
کون ہیں اور کہاں سے آئیں؟

مزار اقدس بی بی پاکدامناں کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی جناب رُقیہ کبریٰ زوجہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور جناب عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیوں سے منسوب کر کے بیان کیا گیا ہے کہ یہ نویں محرم ۶۱ھ کو بحکم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا سے ہجرت کر کے یہاں لاہور آ گئیں اور ہندو عہد میں زمین میں سما گئیں۔ آج سے سو برس پہلے کی تصنیف ''تحقیقات چشتی'' مصنفہ مولوی نور احمد چشتی اس خیال کی ترجمان ہے۔ اس کے بعد آنے والے مؤلفین نے اس بات کی خوب تشہیر کی اور ساتھ ہی ساتھ اسے ''ناقابل'' یقین بے بنیاد اور غلط بھی قرار دیا اور یہ بھی لکھا کہ یہ مزارات سیّد احمد توختہ رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادیوں کے ہیں جن کا مدفن چلّہ بی بیاں اندرون اکبری منڈی میں ہے۔

مگر افسوس صد افسوس انہوں نے سوائے اپنی کتاب پیش کرنے کے اس سلسلے میں تحقیق و جستجو کا کچھ کام نہیں کیا۔ اگر وہ عامۃ المسلمین کو تاریخ عرب و عجم سے روشناس کرا دیتے تو یقیناً ایک بہت بڑی تاریخی غلطی کا ازالہ ہو جاتا۔

بحمد اللہ احقر کی یہ تالیف اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ میں نے حقیقت کو پانے کی کوشش میں جو کچھ بھی حاصل کیا ہے۔ وہ پورے خلوص اور دیانتداری سے کتب تواریخ وسوانح کے اقتباسات نذر قارئین کر رہا ہوں۔

کتاب تاریخ بی بیاں پاکدامناں کے بارے میں از مؤلفہ محمد بخش قریشی

کتاب مذکورہ تحقیقات چشتی کی تقلید کرتے ہوئے لکھی گئی ہے اور بار بار وہی باتیں دہرائی گئی ہیں۔

(۱) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیّدہ رقیہ کبریٰ زوجہ جناب مسلم بن عقیل کو بطن ام البنین سے اور جناب عباس، جعفر، عثمان اور عبداللہ صاحبزادگان علی کی بہن لکھا ہے۔

مگر تاریخ کی تمام مستند کتابوں مثلاً تاریخ کامل ابن اثیر، تاریخ طبری، تاریخ ابن خلدون، منتہی الآمال، منتخب التواریخ اور مناقب آل ابی طالب میں سیّدہ رقیہ کبری زوجہ حضرت مسلم بن عقیل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زوجہ صہبا المشہور ام حبیب کے شکم سے لکھا ہوا ہے اور عمر بن علی رضی اللہ عنہ کی سگی بہن بتایا گیا ہے گویا جناب اُم البنین سے چار بیٹے تو ہوئے مگر کوئی بیٹی پیدا نہیں ہوئی۔

کتاب تاریخ بیبیاں پاکدامناں کے مؤلف نے میدان کربلا سے لاہور آنے والے قافلہ اہل بیت کے ثبوت میں جن کتابوں مثلاً تاریخ اسلام عبدالرحمٰن شوق تذکرۃ الکرام، ذبح عظیم، تاریخ کامل اور تاریخ آئمہ کو پیش کیا اور جو جو حوالے دیئے وہ سب کے سب غلط ہیں، کسی ایک کتاب میں بھی اس قافلہ کے لاہور آنے کے بارے میں ایک حرف تک نہیں لکھا دیکھا۔ گویا کتاب مذکورہ جھوٹ اور فریب کا پلندہ ہے۔

عرب وعجم کی تاریخیں اس بات کی گواہ ہیں کہ حضرت امام حسین کے ہمراہ مکہ اور مدینہ سے جو افراد اہل بیت کے ساتھ چلے تھے ان میں سے کسی ایک نے بھی میدان کربلا سے آخر دم تک ساتھ نہیں چھوڑا۔ لاہور آجانے کی ساری کی ساری داستان من گھڑت اور بے نیاد ہے۔

نوٹ: ہم اپنی تحقیق کے ثبوت میں درجنوں کتابوں کے تاریخی اقتباسات پیش کر سکتے ہیں، طوالت کے باعث صرف چند حوالے نذر قا ئین ہیں۔ (حفیظ اللہ خان منظر)

تحقیقات چشتی کے مصنف کے مندرجہ بالا بیان کو ہم سب سے پہلے تاریخ اسلام کی روشنی میں دیکھیں تو ذہن میں یہ سوالات ابھرتے ہیں کہ

۱) حضرت المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی کن کن بیویوں سے کون کونسی اولاد پیدا ہوئیں۔

۲) رقیہ نام کی کتنی صاحبزادیاں تھیں اور ان کے شوہر کون کون تھے۔

۳) رقیہ نامی صاحبزدیاں کن ازواج سے پیدا ہوئیں اور کن صاحبزادوں کی سگی بہنیں تھیں۔

۴) آیا وہ واقعہء کربلا کے وقت جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں۔

۵) جناب امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل بیت میں سے کسی کو ہندوستان چلی جانے کا حکم دیا اور کیا ان میں سے کوئی روزِ عاشورہ یا بعد میں ہندوستان آئے۔ جب کہ یہ کفر گڑھ تھا۔

۶) میدان کربلا میں جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کتنے افراد تھے۔

۷) جناب رقیہ کبریٰ کے ساتھ ہندوستان آنے والے سات سو چار افراد بقول مصنف مذکور کی حقیقت کیا ہے؟

۸) مزارات شام میں کونسی رقیہ کا روضہ ہے اور مصر میں کس رقیہ بنت علی رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔؟

۹) پاکستان کے شہر لاہور میں خانقاہ ''بی بیاں پاکدامناں'' کو حضرت رقیہ کبریٰ بنت علی رضی اللہ عنہ سبھی مؤرخوں نے (ماسوائے تحقیات چشتی) جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کے اہل بیت کے یہاں آنے کو تسلیم نہیں کیا اور اس مزار اقدس کو مرشد پنجاب حضرت سید احمد توختہ ترمذی کی صاحبزادیوں بی بی حاج، بی بی تاج، بی بی حور، بی بی نور، بی بی شہناز اور بی بی گوہر کی خانقاہ مانا ہے، جو بحیثیت ایک سنی مزار حکومت پاکستان کے محکمہ اوقاف نے اپنی تحویل میں لیا ہے اور جس کے سابقہ گدی نشین بھی اہل سنت والجماعت ہیں۔

تاریخ ابن خلدون: مصنف علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ہمراہیوں سے خطاب:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے آخری بات (کربلا میں) اپنے ہمراہیوں کو جمع

کر کے خطبہ دیا جس کا مضمون یہ تھا: ''میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتا ہوں اور اس کی تعریف ظاہر اور پوشیدہ کرتا ہوں، اے اللہ میں تعریف تیری ہی کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے جد کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور ہم کو گوش وچشم وقلوب عنایت کئے اور قرآن کی تعلیم اور دین کی سمجھ دی۔ پس ہم تیرا شکر یہ ادا کرتے ہیں۔ امابعد! میں اپنے ہمراہیوں سے زیادہ نہ کسی کو باوفا سمجھتا ہوں اور نہ ان سے کسی کو بہتر جانتا ہوں، نہ میرے اہل بیت سے کوئی زیادہ نیک اور نہ ان سے کوئی شخص رشتہ کا زیادہ لحاظ رکھنے والا ہے۔ پس تم سب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، آگاہ ہو جاؤ! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ کل یہ دشمن مجھ سے ضرور لڑیں گے۔ میں تم کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں جس کا جس طرف بھی چاہے چلا جائے۔ میرا کچھ حق اس پر نہیں ہے لیکن مناسب ہے کہ تم میں سے ہر شخص میرے اہل بیت میں سے ایک ایک کو اپنے ہمراہ لے لے تم سب کو اللہ جزائے عطا فرمائے گا اور اپنے اپنے شہروں اور ملکوں کی طرف متفرق ومنتشر ہو کر چلے جاؤ شاید اللہ تعالیٰ تم کو اس تکلیف سے بچا لے کیونکہ شامی میرے خون کے پیاسے ہیں اگر وہ مجھے پائیں گے تو دوسروں کو جستجو نہ کریں گے۔

ہمراہیوں کی ثابت قدمی:

اس فقرہ کا تمام ہونا تھا کہ سب کے سب چلا اٹھے آپ کے بھائی، لڑکوں، بھتیجوں اور عبداللہ بن جعفر کے لڑکوں نے رو کر کہا ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ آپ کے بعد ہم باقی رہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو کبھی بھی یہ دن نہ دکھائے'' امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' اے بنی عقیل بس بس مسلم کی شہادت کافی ہے۔ تم لوگ جاؤ میں نے تم کو خوشی کے ساتھ اجازت دی'' بنی عقیل بولے۔

آپ سے علیحدہ ہو کر خلائق سے ہم کیا کہیں گے کہ ہم اپنے شیخ اپنے سردار اپنے بہترین چچا کے لڑکے کو دشمنوں کے قبضہ میں چھوڑ آئے اور ان کے ساتھ ایک تیر بھی نہ پھینکا اور نہ ان کے ساتھ ایک نیزہ مارا اور نہ ان کے ساتھ تلوار چلائی۔ واللہ ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کریں گے، اللہ کی قسم ہم ایسا نہ کریں گے اور نہ آپ کو تنہا چھوڑیں گے بلکہ ہم اپنے کردار اپنے مال کو اور اپنے اہل کو آپ پر فدا کر دیں گے، آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں گے جو حال آپ کا ہو وہی ہمارا ہو۔ خدا وہ زندگی ہمیں نہ دے جو آپ کے بعد ہو۔

ذبح عظیم: مؤلفہ خان بہادر مولوی سیّد اولاد حیدر فوق بلگرامی کتب خانہ اثناعشری، لاہور

صفحہ نمبر ۱۷۳،۱۷۴ پر لکھا ہے جو لوگ آپ (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے۔ وہی ساتھ رہے، باقی چھٹ گئے، باقی رہ جانے والوں کی تعداد صرف بہتر تھی۔

صفحہ نمبر ۱۹۵ پر فوق صاحب لکھتے ہیں کہ جریر ابن عبداللہ ابن مخلد الکلابی کی چچازاد بہن ام البنین زوجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بطن سے صرف چار لڑکے عبداللہ، جعفر، عباس اور عثمان تھے (کوئی لڑکی نہیں تھی)

سیّد الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شب عاشورا جس کی صبح کو میرے والد ماجد جناب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے۔ انہوں نے تمام اہلبیت جمیع انصار کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم لوگ اپنی اپنی سواری کے ناقے تیار کر لو اور اس تہلکہ سے اپنی جانیں بچالو۔ کیونکہ اس قوم شقاوت پیشہ کو سوائے میرے اور کسی سے کوئی مطلب نہیں ہے جب یہ مجھ کو قتل کر لیں گے تو تمہارا خیال تک نہ کریں گے۔ پس تم لوگ اپنی اپنی راہیں اختیار کر لو اور میں اپنی بیعت کا بار تمہاری گردنوں سے اٹھائے لیتا ہوں اور تمہارے اس عہد و پیان کو جو تم نے نہایت مضبوطی سے میرے ساتھ کیا ہے واپس لیتا ہوں۔

امام عالی مقام کا یہ کلام سن کر تمام جان نثاروں نے ایک زبان ہو کر یہی عرض کیا کہ اے سیّد و مولا ہمارے خدا کی قسم ہم کبھی آپ کے دامن نہ چھوڑیں گے اور دوسروں کو یہ کہنے کا موقع نہ دینگے کہ ان لوگوں نے اپنے امام کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اگر ہم ایسا کریں تو اپنے ان افعال کیلئے خدا کے سامنے کیا عذر پیش کریں گے اور اس کے سامنے کیا منہ دکھلائیں گے قسم خدا کی آج ہم سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ہم سب آپ کی رفاقت میں اپنی جان دے دیں۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ کل ہم مارے جائیں گے اور تم سب بھی ہمارے ساتھ مارے جاؤ گے اور تم میں سے ایک بھی زندہ نہ رہے گا۔ یہ سن کر ان سعادتمندوں نے جواب دیا کہ خدائے سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ ہم سب کو آپ کی نصرت و حمایت کے صلے میں شہادت کے منصب جلیلہ پر فائز فرمائے گا اور اے ہمارے آقا! کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم اتنی بڑی سعادت کے حصول پر دلشاد اور مطمئن نہ ہوں۔ خالص جاں نثاروں کی یہ پر جوش تقریر سن کر امام عالی مقام نے

بیساختہ فرمایا کہ ''جزا کم اللہ خیرا و دعا لھم بخیر''

(نوٹ) اس جذبہ، جان فروشی کا مظاہرہ دیکھنے کے بعد تحقیقات چشتی اور تاریخ بی بیاں پاکدامناں کا یہ بیان کہ '' حضرت علی رضی اللہ عنہ و جناب عقیل رضی اللہ عنہ کی صاجزادیاں سات سو چار افراد کی معیت میں بحکم امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا سے ہجرت کر کے لاہور آ گئیں'' سراسر ایک جھوٹ اور بہت بڑا بہتان نظر آتا ہے۔ حقیقت میں امام موصوف کے اہل بیت پُر راہ فرار کا لیبل چسپاں کرنے والے ''محبان حسین'' کیونکر ہو سکتے ہیں۔

تاریخ طبری: حصہ سوم، ص ۴۴۸ تا ۴۵۰، مؤلفہ علامہ طبری، ترجمہ سیّد حیدر علی طباطبائی

نسب و خاندان:

آپ کا اسم گرامی علی بن ابی طالب تھا آپ کے والد ابو طالب کا نام عبد مناف تھا اور عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف کے بیٹے تھے آپ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا جو اسد بن ہاشم ابن عبد مناف کی صاحبزادی تھیں۔

ازواج و اولاد:

(۱) سب سے پہلے آپ نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے شادی فرمائی اور ان کی موجودگی میں کوئی دوسری شادی نہیں کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حسن، حسین اور ایک لڑکا جن کا نام محسن تھا پیدا ہوئے، محسن کم عمری میں انتقال کر گئے، دو صاحبزادیاں یعنی زینب، الکبریٰ اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد اُم البنین بنت حزام سے شادی فرمائی اُم البنین ابوالحل بن خالد بن ربیعۃ بن الوحید بن کعب بن عامر بن کلاب کی بیٹی تھیں ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں عباس، جعفر، عبداللہ اور عثمان پیدا ہوئے، عباس کے علاوہ بقیہ تینوں لڑکے حضرت حسین کے ساتھ کربلا میں شہید کئے گئے۔

۳۔ ایک شادی لیلیٰ بنت مسعود بن خالد بن مالک بن ربعی ابن سلمی بن جندل بن نہشل

بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ ابن تمیم سے کی، ان سے عبیداللہ اور ابوبکر پیدا ہوئے، ہشام بن محمد کا قول ہے کہ یہ دونوں لڑکے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ طف میں مارے گئے، محمد بن عمر کا کہنا ہے کہ عبیداللہ بن علی رضی اللہ عنہ کو مختار ابن ابی عبید نے ندار میں قتل کیا تھا اور محمد بن عمر یہ بھی کہتا ہے کہ عبیداللہ اور ابوبکر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کوئی اولاد باقی نہیں رہی۔

۴۔ ایک شادی اسماء بنت عمیس سے فرمائی۔ بقول ہشام ابن محمد، ان سے یحیٰ اور محمد الاصغر پیدا ہوئے لیکن ان دونوں کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حارث نے ابن سعد کے ذریعہ واقدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں اسماء سے یحیٰ اور عون پیدا ہوئے اور یہی واقدی کا قول ہے نیز واقدی کہتا ہے کہ محمد الاصغر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتل کئے گئے۔

۵۔ ایک زوجہ صہبا تھیں جن کی کنیت اُم حبیب تھی، یہ ام حبیب ربیعۃ ابن بجیر ابن العبد بن علقمہ بن الحارث بن عتبہ ابن سعد بن زہیر بن جشم بن بکر بن حبیب بن عمرو بن غنم بن تغلب ابن وائل کی لڑکی تھیں، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی باندی تھیں (ام ولد) یہ ان قیدیوں میں سے تھیں کہ جب حضرت خالد بن الولید نے عین التمر پر حملہ کیا اور بنو تغلب کو شکست دے کر انہیں قیدی بنایا۔ ان سے عمر اور رقیہ پیدا ہوئیں، ان (عمر بن علی) کی عمر پچاسی سال ہوئی اور حضرت علی کی آدھی میراث انہوں نے حاصل کی، ینبع میں ان کا انتقال ہوا۔

۶۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ایک زوجہ امامہ بنت ابی العاص بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدشمس ابن عبدمناف تھیں، ان کی والدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی تھیں ان سے آپ کے یہاں محمد الاوسط پیدا ہوئے۔

۷۔ خولہ بنت جعفر ابن قیس ابن سلمہ بن عبید ابن ثعلبۃ ابن بربوع ابن ثعلبۃ بن الدول بن حنیفۃ بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل۔ ان سے محمد الاکبر پیدا ہوئے جنہیں محمد بن الحنفیہ کہا جاتا ہے، انہوں نے طائف میں انتقال کیا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

۸۔ ایک زوجہ ام سعید بنت عروۃ ابن مسعود ابن معتب بن مالک الثقفی تھیں ان سے ام

الحسن اور رملۃ الکبریٰ پیدا ہوئیں۔

آپ کے اور بھی لڑکیاں مختلف ماؤں سے پیدا ہوئیں جن کی ماؤں کے نام ہمیں معلوم نہیں ہو سکے، البتہ لڑکیوں کے نام یہ ہیں، ام ہانی، میمونہ، زینب الصغریٰ، ام کلثوم الصغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الکرام، ام سلمہ، ام جعفر، جمانہ اور نفسیہ یہ لڑکیاں مختلف ماؤں سے پیدا ہوئیں۔

۹۔ایک زوجہ محیات بنت امری القیس ابن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن علیم تھیں جو بنی کلب سے تھیں، ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بچپن میں مر گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پشت سے چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں ہوئیں۔

حارث نے ابن سعد کے ذریعہ واقدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پانچ لڑکوں سے اولاد چلی، حضرت حسن، حضرت حسین، محمد الحنفیہ، عباس بن الکلابیہ اور عمر بن التغلبیہ۔

روضہ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کبریٰ

جناب رقیہ کبریٰ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، آپ کی والدہ صہبا بنت عباد بن ربیعۃ التغلبیہ تھیں جو بارھویں ہجری میں فتح ثنیٰ و بشر کے بعد لڑائی کے اسیروں میں آئی تھیں، انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خرید کر اپنی کنیز بنالیا تھا پھر وہ ان (علی) کی محبوب بیوی بن گئیں اور ام حبیب کہلائیں۔ انہیں کے بطن سے جناب عمر بن علی جنہیں عمر الاطرف بھی کہا جاتا ہے اور ایک بیٹی رقیہ بنت علی پیدا ہوئیں۔ عمر بن علی پچاسی برس کے ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے، یہی رقیہ، رقیہ کبریٰ کہلائیں اور جناب مسلم بن عقیل کی زوجیت میں آئیں۔

کتاب تحفۃ الزائرین کے ص ۳۷ پر الحاج ملک صادق علی عرفانی لکھتے ہیں۔ کہ زندان شام کے متصل ایک بڑے حجرے میں جناب رقیہ کا روضہ ہے۔

نقوش لاہور نمبر ۷۲ ۳ھ کالا ہور؟ صفحہ نمبر ۲۹: پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر

یہ سادہ اور مستند تاریخ ہے جو شہر لاہور اس کے نام اور اس کی تاریخ کے متعلق مجھے دستیاب ہوئی ہے اور میں نے اسے من وعن درج کر دیا ہے۔ اس پر غور کرنے سے ہم مندرجہ ذیل

نتائج اخذ کرتے ہیں۔

۱)لاہور کا اوّلین ذکر ۳۷۲ھ/۹۸۲ء میں کتاب حدود العالم میں ملتا ہے اس سے پہلے کسی مؤرخ، جغرافیہ دان یا سیاح نے لاہور کا ذکر نہیں کیا۔

۲)لاہور کے نام کی مختلف شکلیں مختلف مصنفوں کے ہاں ملتی ہیں اور ان کی یہ فہرست بنتی ہے۔

لہُور لوہاور لوٰہور لہانور لہاوُر لادہور لہاوَر

لانہور لہادار لاہور

۳) مندھکور، مندکور یا مندکور کا شہر صوبہ لاہور کا دارالخلافہ تھا لیکن یہ شہر لاہور سے الگ تھا۔

۴) ۳۷۲ھ/۹۸۲ء میں لاہور پر حاکم ملتان کا نمائندہ حکومت کرتا تھا اور ۴۶۵ھ/۱۰۷۲ء میں لاہور ملتان کے توابع میں تھا۔ یعنی اس وقت تک لاہور کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہ ہوئی تھی۔

۵) کم از کم ۳۷۲ھ/۹۸۲ء تک اس شہر میں کوئی مسلمان موجود نہ تھا اور یہاں صرف ہندو آباد تھے۔

۶) کوئی ایسی معاصر شہادت موجود نہیں جس سے حتمی طور پر یہ معلوم ہو سکے کہ فلاں آدمی نے اسے فلاں موقع پر فلاں تاریخ کو آباد کیا تھا۔ روایت اس کی تاسیس کو مختلف ناموں سے منسوب کرتی ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

(الف) راجہ پرتھچت جو پانڈووں کی اولاد میں سے تھا۔

(ب) لوہار چند جو راجہ دیپ چند کا بھتیجا تھا۔

جیسے کہ ابھی بیان کیا گیا ہے یہ لاہور کے عہد اسلامی کی وہ تاریخ ہے جس کا سراغ کتابوں میں ملتا ہے۔ یہ تاریخ نہ تو شہر کی معین تاریخ تاسیس تک راہنمائی کرتی ہے نہ اس کے مؤسس تک لاہور دفعۃً نویں صدی عیسوی کے اواخر میں تاریخی کتابوں میں نمودار ہوتا ہے اور یہ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن چونکہ اس سے پیشتر کے تاریخی شواہد ہمیں نہیں ملتے اس لئے

ہمیں ان قیاسات کو بھی زیر بحث لانا پڑتا ہے جو شہر کے نام اور تاریخ تاسیس کے متعلق کیے گئے ہیں (تفصیل کیلئے نقوش کا لاہور نمبر ملاحظہ فرمایئے)

آخر یہ ہیں کون؟

دیوان قلندر شاہ لاہوری: مطبوعہ ۱۹۵۰ء/۱۳۶۹ھ لاہور (اتحاد پریس)

جناب محمد شجاع الدین ایم اے پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور درج بالا کتاب کے پیش لفظ میں یوں تحریر کرتے ہیں۔

حضرت سیّد احمد توختہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان قطب الدین ایبک کے دور میں ایک مرتاض زاہد اور شب زندہ دار، عابد لاہور میں اقامت گزیں تھے۔ نام آپ کا سیّد احمد توختہ ترمذی تھا۔ آپ کی خانقاہ میں سالکان تصوف روحانی منازل کے طے کرنے کیلئے دور دور سے آیا کرتے تھے۔ بی بیاں پاک دامن جن کے مزارات ایمپریس روڈ لاہور کے متصل زیارت گاہ انام ہیں ۔ بہ روایت صحیحہ آپ ہی کی صاحبزادیاں تھیں۔

تاریخ لاہور: مصنفہ۔ رائے بہادر کنہیالال مطبع۔ وکٹوریہ پریس، لاہور

مگر جو مصنف حدیقۃ الاولیاء بہ حوالہ تذکرہ حاکمیہ کہتا ہے وہ بات قرین قیاس ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں کرمان سے ایک شخص سیّد خدا پرست عابد وزاہد ولی اللہ سیّد احمد توختہ نام لاہور میں آ کر قیام پذیر ہوئے۔ اس کے گھر چھ لڑکیاں بی بی حاج، بی بی تاج، بی بی نور، بی بی حور، بی بی گوہر اور بی بی شہناز تھیں اور وہ چھ کے چھ تارک الدنیا مجرد عابد وزاہد تھیں۔ ۶۰۲ھ میں سیّد احمد مر گیا، لاہور کے اندر محلّہ چلہ بی بیاں میں مدفون ہوا اور اب تک اس کی قبر موجود ہے پہلے اس کی قبر پر بڑا مقبرہ تھا۔ جب سنگ مرمر اس کا مہاراجہ رنجیت نے اتروالیا تو مقبرہ گر گیا اور اس کے گردو

نواح کے قبرستان کو مسمار کر کے غلام محی الدین پیر زادہ رتہ نے اپنی حویلی بنالی اور وہ قبر اب ایک طویلہ کے اندر پختہ بنی ہوئی ہے۔اس کے مرنے کے بعد اس کی لڑکیاں لاہور کے حصار سے باہر جا کر قیام پذیر ہوئیں اور لوگوں سے الگ بہ عبادت حق مصروف ہوئیں آخر جب ۶۱۵ھ میں کفار مغل نے بہ تعاقب سلطان جلال الدین خوارزمی کے پنجاب پر لشکر کشی کی اور لاہور رعایا بہ جرم مقابلہ مجادلہ کے قتل ہوئی تو یہ بی بیاں بھی کہ مستورہ و محذرہ تھیں،نہایت گھبرائیں کہ اب نامحرم لوگ آ کر ہم کو بے پردہ کریں گے اور سب نے مل کر دست دعا خدا کے حضور اٹھائے اور کہا کہ یاالٰہی ہم کو زمین کا پیوند کر دے،چنانچہ ایسا ہی ہوا،زمین جابجا سے پھٹ گئی اور وہ چھ کی چھ بی بیاں مع اپنی خادمہ عورتوں بی بی تنوری وغیرہ کے زمین میں سما گئیں اور ان کی اوڑھنیوں کے پلے ذرا ذرا سے زمین سے باہر رہ گئے تھے۔جن پر بعد میں لوگوں نے قبریں بنا دیں۔

تذکرہ علمائے لاہور،مصنفہ : منشی محمد دین فوق مطبع : سٹیم پریس لاہور ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء

مولوی غلام دستگیر نامی نے جو محلہ چلہ بی بیاں میں رہتے ہیں،تاریخی واقعات سے سطور بالا و تحقیقات چشتی کی کہانی،کہ تردید کی ہے۔

(۱) جو نام ۔۔۔تحقیقات چشتی وغیرہ میں حضرت عقیل کی بیٹیوں کے لکھے ہیں،ان میں سے کوئی نام آپ کی کسی بیٹی کا نہ تھا اور آخری دو نام گوہر و شہباز تو اہل عرب کے ہیں ہی نہیں۔

(۲) یہ بات بھی ناممکن ہے کہ ان بیبیوں کو سوائے لاہور کے جو اس زمانہ میں تمام غیر مسلموں سے آباد تھا۔کوئی جائے پناہ نظر ہی نہ آئی۔

(۳) بنی اُمیہ کو مستورات سے کچھ تعرض نہ تھا اور نہ وہ خاندان حضرت سیدالشہداء کی ایذا رسانی کے درپے تھے۔

(۴) ہندوستان میں آنے کی نسبت وہ مدینہ کی طرف بآسانی جا سکتی تھیں اور محفوظ رہ سکتی تھیں۔

پھر آخر کون ہیں (صاحب مزارات بی بی پاکدامناں) اس کے متعلق نامی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ بی بیاں حضرت سید احمد توختہ ترمذی کی صاحبزادیاں تھیں جو چھٹی صدی ہجری کے آخری حصہ میں اپنے وطن سے کیچ مکران آئے اور پھر لاہور آئے اور یہیں ان کا انتقال ہوا ان کی بیٹیاں

بڑی عابدہ وزاہدہ اور علم دین میں کمال درجہ رکھتی تھیں۔ ۶۱۴ھ میں چنگیز خانی لشکر جلال الدین خوارزمی کے تعاقب میں تاخت کرتا ہوا لاہور پہنچا تو اسے بھی تاراج کیا۔ بیبیوں نے خدا کی درگاہ میں التجا کی کہ ہمیں نامحرموں کی دست برد سے محفوظ رکھ چنانچہ زمین نے انہیں اپنے اندر چھپالیا۔

کیا بی بیاں وقت واقعہ کربلا لاہور آئیں:

واقعہ کربلا ۶۱ھ/ ۶۸۰ء میں واقع ہوا اس وقت تک حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے عہد کی فتوحات ایران، مکران اور افغانستان تک اسلامی تسلط بٹھا چکی تھیں۔ مگر ہندوستان میں داخلہ نہیں ہوا تھا۔ واقعہ کربلا کے ۳۱ برس بعد حجاج بن یوسف گورنر بصرہ کے بھتیجے محمد بن قاسم نے سترہ برس کی عمر میں راجہ داہر والی سندھ پر فوج کشی کی۔ کیونکہ اس کے ماتحت قزاقوں نے سندھ کے قریب اسلامی جہاز لوٹ لئے تھے اور راجہ نے نقصان کی تلافی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نوجوان اسلامی جرنیل نے ۹۲ھ میں چھ ہزار فوج کے ساتھ راجہ کے پچاس ہزار کے لشکر کو شکست دی اور اس کی سلطنت کے بڑے بڑے شہروں پر جن میں ملتان بھی شامل تھا قبضہ کر لیا اور اس وقت سے مسلمانوں کا عمل دخل لاہور میں ہوا۔ کیونکہ انند پال کے جانشین جے پال ثانی نے تسلیم کردہ خراج دینے سے انکار کر دیا تھا مگر یہ سانحہ کربلا سے قریباً ساڑھے تین سو سال بعد کا واقعہ ہے اس سے پہلے لاہور میں کسی مسلمان بزرگ کا خصوصاً عورت کا آنا ثابت نہیں۔

عورتیں کفرستان ہند میں کیوں آئیں؟

ایسے حالات میں جب لاہور میں کیا پنجاب میں کوئی مسلمان موجود نہ تھا۔ کسی مسلمان عورت کو کیا پڑی تھی کہ وہ اسلامی ممالک سے منہ موڑ کر تنہا لاہور کا رخ کرتی۔ واقعہ کربلا سے پیشتر تمام عرب، شام، مصر، عراق، ایران، فلسطین وغیرہ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ مگر کسی بی بی کو

شیعان کوفہ کا خوف تھا (کیونکہ انہی کے ہاتھوں کربلا کا سانحہ ہوشربا وقوع پذیر ہوا تھا) اور انہیں اپنے قریبی رشتہ دار یزید کا بھی ڈر تھا حالانکہ آل ابوطالب سے جو مرد بھی کوفیوں کے ہاتھوں سے بچ کر دمشق پہنچے۔ وہ اس کے گرویدہ ہو گئے۔ چہ جائیکہ عورتیں جن پر کسی غیور عرب نے کبھی حملہ نہیں کیا۔ تو وہ کفرستان ہند کا رخ کرنے کی بجائے حجاز کا رخ کرتیں جو دمشق کے بعد کوفیوں کے غارت کردہ قافلہ کا مامن بنا۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام:

جلد نمبر ۵ ص۔ ۳۶۱ (مطبوعہ دانش گاہ پنجاب لاہور)

پاک دامن بی بیاں (بی بی پاکدامناں) لاہور کے مزارات و مقابر میں سے قبرستان بی بی پاکدامناں بھی زمانہ دراز سے مشہور و متبرک چلا آتا ہے لیکن تاریخی طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس قبرستان کا آغاز کب ہوا۔ صاحب حدیقۃ الاولیاء نے بحوالہ تذکرہ حمید یہ لکھا ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں کرمان سے ایک عابد و زاہد بزرگ سیّد احمد توختہ (م ۶۰۲ھ) لاہور میں آ کر قیام پذیر ہوئے ان کی چھ بیٹیاں تھیں بی بی حاج، بی بی تاج، بی بی نور، بی بی حور، بی بی گوہر اور بی بی شہباز، یہ سب بڑی عابدہ زاہدہ تھیں، اپنے والد کی وفات کے بعد جن کا مزار محلہ چلہ بیبیاں لاہور میں موجود ہے، یہ صاحبزادیاں فصیل سے گھرے ہوئے لاہور کو چھوڑ کر اس علاقے میں قیام پذیر ہو گئیں جہاں اب یہ قبرستان واقع ہے، ان کا سال وفات ۶۱۵ھ کے بعد ہوگا کیونکہ جب چنگیز خان ۶۱۴ھ میں جلال الدین خوارزم کا تعاقب کر رہا تھا تو اس وقت ان بی بیوں کی لاہور میں موجودگی کا ثبوت ملتا ہے (کنہیالال: تاریخ لاہور، ص ۳۰۸) یہ سب بی بیاں اس جگہ مدفون ہیں اور ان کے مزار دو احاطوں میں ہیں، پہلے احاطے میں بی بی، حاج، بی بی تاج اور بی بی نور کی قبریں ہیں اور دوسرے احاطے میں بی بی حور بی بی گوہر اور بی بی شہباز کی یہ سب قبریں پختہ چونا گچ سے بنی ہوئی ہیں۔ (احاطہ میں ایک مقبرہ پختہ گنبد دار بنا ہوا ہے جس کا سن تعمیر ۱۰۱۶ھ ہے اور جو میراں محمد شاہ موج دریا بخاری (م ۱۰۱۳ھ) کے بھائی سیّد جلال الدین حیدر بخاری کا ہے۔ عبداللہ (یا محمد جمال) المعروف بہ بابا خاکی کی اولاد ان خواتین کے مزاروں کی مجاور ہے۔ ان مزاروں کے ساتھ

سلاطین وقت نے کچھ اراضی وقف کر دی تھی۔

دیکھا آپ نے:

ہم نے اب تک مستند اور مشہور کتاب تواریخ وسوانح کے جو اقتباسات پیش کئے انہیں دیکھنے کے بعد آپ پر یہ باتیں روشن ہوگئی ہوں گی جنہیں کتاب تحقیقات چشتی کے مصنف مولوی نور احمد چشتی اور کتاب تاریخ بیبیاں پاکدامناں کے مؤلف مولوی محمد بخش قریشی نے اپنی کتابوں میں افسانوی رنگ دے کر تاریخ کو مکدر کر دیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیّدہ رقیہ کبریٰ رضی اللہ عنہا زوجہ جناب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیاں میدان کربلا سے ہجرت کر کے ۶۱ھ میں لاہور پہنچی تھیں۔ مولوی محمد قریشی نے پیٹ بھر کو جھوٹ بولا کہ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی پانچ صاحبزادیاں ام ہانی، اسماء، ام لقمان، رملہ اور زینب درمعیت رقیہ کبریٰ بنت علی علیہ السلام معہ حفاظ و ہمراہیاں رازداری کی خاطر اور یزیدی ٹولہ کے خوف اور جاسوسوں سے بچنے کی خاطر حاج، تاج، نور، حور، گوہر اور شہباز نام اختیار کر کے لاہور وارد ہوئیں (تاریخ بی بیاں پاکدامناں ص ۲۴۳)

استغفر اللہ مفاد پرست اپنی مطلب براری کی خاطر کیسے کیسے ڈھونگ اور ڈرامے رچاتے رہتے ہیں جن کے نہ پیر ہوتے ہیں نہ سر۔

کتاب تحقیقات چشتی کے بارے میں نقوش لاہور نمبر کے صفحہ ۹۹۱ پر یوں لکھا ہے۔

"تاریخی نقطہ نظر سے یہ کتاب عیوب سے پاک نہیں۔ بعض سنین غلط ہیں، کہیں واقعات اصل حقائق سے ہٹ گئے ہیں، بعض سنی سنائی باتیں جو مؤرخ کے نزدیک پایہ اعتبار سے ساقط ہیں درج کر دی گئی ہیں۔

بہر حال ہماری تحقیق وجستجو کے بعد درج ذیل حقائق منظر عام پر آئے ہیں ملاحظہ فرمایئے:

(۱) مکہ اور مدینہ سے جو نفوس اہل بیت حضرت امام حسین کے ہمراہ کربلا گئے تھے ان میں سے کسی ایک فرد نے بھی آخر دم تک آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا اور یہ کہنا سراسر بہتان اور تاریخی حقائق کو مسخ کرنا ہے کہ یہ قافلہ اہل بیت بحکم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یہاں آیا ہے ۶۱ھ میں تو یہ

کفر گڑھ تھا، تاریخ کی کسی کتاب میں بھی اس واقع کے بارے ایک حرف تک نہیں لکھا دیکھا، اہل اسلام کے یہاں آنے کا اس وقت سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اٹھارہ صاحبزادیوں میں دو رقیہ نامی بھی تھیں ایک سیّدہ رقیہ کبریٰ زوجہ جناب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ تھیں۔ جن کا مزار اقدس دمشق (شام) میں ہے اور دوسری سیّدہ رقیہ صغریٰ زوجہ جناب عبدالرحمٰن بن عقیل تھیں جن کی زیارت گاہ مصر میں موجود ہے۔

پاکستان کے شہر لاہور میں خانقاہ ''بی بیاں پاکدامناں'' کو حضرت علی اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیوں سے منسوب کرنا سراسر غلط اور گمراہ کن ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ مزارات بی بی حاج، بی بی تاج، بی بی نور، بی بی حور، بی بی گوہر اور بی بی شہباز کے ہیں، جو مرشد پنجاب حضرت سیّد احمد توختہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادیاں تھیں۔ خانقاہ بحیثیت ایک سنی مزار حکومت پاکستان و محکمہ اوقات نے اپنی تحویل میں لیا تھا۔ اس کے تمام گدی نشین بھی اہل سنت والجماعت ہیں یہاں کے عرس وغیرہ بھی سنی عقیدہ کے مطابق ہوتے ہیں محکمہ اوقاف کو چاہیے کہ مزار مذکورہ میں جو غلط اور بے بنیاد سوانح اور نام ان بیبیوں سے منسوب کر کے لکھے ہوئے ہیں، انہیں حذف کر کے اس کتاب کی روشنی میں صحیح طور پر لکھوا کر نصب کیے جائیں تاکہ تاریخ اور شنید میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اسے پُر کیا جا سکے تاکہ آنے والی نسلیں اس تضاد پر انگشت بدنداں نہ ہوں اور نہ عقیدت مندوں میں اختلاف باقی رہے۔

وما علینا الا البلاغ

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین